97239- عقد نکاح میں چار عورتوں کی گواہی کافی نہیں ہوگی

سوال

چار عورتوں کی گواہی میں عقد نکاح کا حکم کیا ہے ؟

ایسا نکاح کرنے والے کا خیال تھا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے تو چار عورتیں دو مردوں کے برابر ہونگی، اور چار عورتوں کی گواہی میں لڑکی کے والدین کی رضامندی سے نکاح کرلیا، لیکن وہ دونوں نکاح کے وقت موجود نہیں تھے، کیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں، اور اگر صحیح نہیں تو کیا کرنا چاہیے ؟

پسندیدہ جواب

جمہور علماء کرام کے ہاں نکاح صحیح ہونے کے لیے دو مسلمان عادل گواہوں کا ہونا شرط ہے، نکاح میں عورتوں کی گواہی سے نکاح صحیح نہیں ہوگا، چاہے چاروں عورتیں ہو یا پھر دو عورتیں اور ایک مرد.

کیونکہ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ :

عمران اور عائشہ رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

" ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا "

اسے امام بیہقی نے روایت کیا اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع حدیث نمبر (7557) میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" نخعی اوزاعی اور امام شافعی کے قول کے مطابق ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے نکاح نہیں ہوگا "

امام زہری رحمہ اللہ کا قول ہے :

" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنت چلی آ رہی ہے کہ حدود اور نکاح اور طلاق میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں "

اسے ابو عبید نے "الاموال میں نقل کیا ہے" انتہی مختصرا

دیکھیں : المغنی (8/7).

مستقل فتوی کمیٹی کے علماء کرام نے بھی یہی قول اختیار کرتے ہوئے
کہا ہے :

"عقد نکاح میں عورت کے ولی اور خاوند کا آپس میں عقد نکاح پر گواہ
بنائے بغیر شادی کرنے پر اتفاق کافی نہیں ہوگا، اور اگر دونوں کی جانب سے ایجاب و
قبول ہو بھی گیا تو عقد نکاح کے وقت دو عادل گواہ بنانا ضروری ہیں؛ کیونکہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا" انتہی

الشیخ عبد العزیز بن باز.

الشیخ عبد الرزاق عفیفی.

الشیخ عبد اللہ بن قعود.

الشیخ عبد اللہ بن غدیان.

دیکھیں : فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (18/
182).

لیکن احناف کا مذہب ہے کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی میں
عقد نکاح صحیح ہے"

دیکھیں : بدائع الصنائع (255/2).

اور کچھ آئمہ کرام مثلا امام مالک کا کہنا ہے کہ اعلان نکاح واجب
ہے نہ کہ گواہی، اس لیے جب اعلان نکاح ہو جائے اور لوگوں کو نکاح کا علم ہو جائے تو
یہ نکاح صحیح ہے چاہے اس پر گواہ بنائے گئے ہوں یا نہ بنائے گئے ہوں.

قدیم علماء کرام میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اور
معاصرین میں سے ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے.

دیکھیں : مجموع فتاوی ابن تیمیہ (127/32) اور الاختیارات (210) اور الشرح الممتع (94/12).

انہوں نے گواہوں کی شرط والی احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے، لہذا اس قول کی بنا پر اگر نکاح کا اعلان ہوا اور لوگوں کو اس نکاح کا علم ہو چکا ہے تو یہ صحیح ہے.

لیکن احتیاط یہی ہے کہ اس سلسلہ میں وارد شدہ احادیث کے صحیح ہونے کے احتمال اور جمہور علماء کرام کے قول کا خیال کرتے ہوئے دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح دوبارہ کر لیا جائے، اور اس لیے بھی کہ یہ معاملہ بہت خطرناک معاملے یعنی نکاح سے تعلق رکھتا ہے.

تنبیہ :

آپ کے سوال میں وارد ہے کہ : بیوی کا والد موجود نہیں تھا، اگر والد نے اپنی بیٹی کے نکاح کے لیے کسی دوسرے کو وکیل بنایا تھا تو یہ نکاح صحیح ہے، کیونکہ عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی، بلکہ احادیث کی روشنی میں جمہور علماء کرام کے قول کے مطابق عورت کا ولی یا پھر ولی کا وکیل نکاح کرے، اس میں یہ علم کافی نہیں کہ ولی نکاح پر رضامند ہے.

اور اگر ولی یا پھر اس کا وکیل نکاح میں موجود نہ ہو تو یہ نکاح صحیح نہیں، بلکہ اس صورت میں تجدید نکاح ضروری ہے.

مزید تفصیلات معلوم کرنے کے لیے آپ سوال نمبر (97117) کے جواب کا مطالعہ کریں.

واللہ اعلم.